اللہ اور رسول کو ہاں میں جواب دو تو موت سے زندگی پاؤ گے۔

مسلسل نگہداشت اور اپنے داغوں کو مٹانا تبتّل ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۸/ اکتوبر ۱۹۹۳ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ حِيۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِيۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ ﴿۱۸﴾ وَلَهُ الۡحَمۡدُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَعَشِيًّا وَّحِيۡنَ تُظۡهِرُوۡنَ ﴿۱۹﴾ يُخۡرِجُ الۡحَىَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَيُخۡرِجُ الۡمَيِّتَ مِنَ الۡحَىِّ وَيُحۡىِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخۡرَجُوۡنَ ﴿۲۰﴾ (الروم: ۱۸-۲۰)

پھر فرمایا:۔

گزشتہ جمعہ پر میں نے یہ اعلان کیا تھا کہ بعض اجتماعات منعقد ہو رہے ہیں بعض جلسے ہو رہے ہیں اور ان سب کی خواہش ہے کہ ہمارا نام بھی جمعہ میں اگر سنا دیا جائے تو سب دنیا کو پتا لگے کہ ہم بھی ایک دینی مصروفیت میں اس وقت مشغول ہیں اور ہمارے لئے بھی دعائیں ہوں گی۔ یہ ایک نیک نیت ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے ناموں کو شامل کرنا چاہتے ہیں مگر بہت سے نام تو وقت پر پہنچ گئے لیکن کئی ایسے بھی تھے کہ میں جمعہ کے بعد واپس گیا ہوں تو وہاں فیکس آئی پڑی تھی اس لئے ان کی خواہش کے احترام میں پہلے میں ان کے نام لیتا ہوں۔ ہماری عمومی دعائیں جو ان سب کے لئے کی گئی تھیں وہ تو ان کو پہنچ ہی چکی ہوں گی لیکن اب صرف رسماً ان کا نام لینا باقی ہے۔ کچھ ایسے اجتماعات ہیں

جو آج شروع ہو رہے ہیں یا اس وقت پہلے سے جاری ہیں اور کچھ دن تک جاری رہیں گے۔

جو نام لینے سے رہ گئے تھے ان میں سے ایک مجلس خدام الاحمدیہ ضلع جہلم کا سالانہ اجتماع جو ۳۰ ستمبر سے یکم اکتوبر تک منعقد ہوا۔ اس مجلس میں بہت سی ایسی مجالس ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کام کی بہت بڑی صلاحیتیں بخشی ہیں لیکن آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا وہ تعلق نہیں جو مؤمنانہ اخوت کے نتیجہ میں پیدا ہونا چاہئے اس کی وجہ سے ان کی ساری صلاحیتیں ضائع ہو رہی ہیں۔ لمبے عرصے سے یہ سلسلہ جاری ہے، ہزار دفعہ سمجھانے کی کوشش کی، مختلف لوگ گئے لیکن ان کا حال وہی ہے کہ سرپنچ کا کہا یا پنچوں کا کہا سر آنکھوں پر لیکن پرنالہ وہیں رہے گا، وہاں سے نہیں ملے گا جہاں لگ گیا پرنالہ وہیں لگا رہے گا۔ اس پرنالے سے رحمت کا پانی بھی برس سکتا ہے اور عذاب کا پانی بھی برس سکتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے اگر پرنالہ نہیں بدلنا تو پانی تو بدلیں۔ اس سے خدا کے غضب کا پانی تو قبول نہ کریں مگر پتا نہیں وہ کون سی زبان استعمال ہوگی کہ وہ سمجھیں گے اور آپس میں ایک دوسرے سے محبت واخوت کا تعلق قائم کریں گے۔ ہر ایک یہ سمجھتا ہے کہ میں درست ہوں اور ساری شرارت دوسرے کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ شکایت بازی کا سلسلہ ہے جو لامتناہی، چل سو چل اور ختم ہی نہیں ہو رہا۔

ان کے حوالے سے میں جہلم کی جماعت کو عموماً بھی اور باقی سب مجالس کو اور جماعتوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اجتماعات تو جامعیت کا نشان ہوتے ہیں، اکٹھا کرنے کی ایک مثال ہوتے ہیں۔ اگر اکٹھے ہوں اور دل ایک دوسرے سے دور ہوں تو ایسے اکٹھے ہونے کا کوئی بھی فائدہ نہیں، خدا تعالیٰ کے نزدیک جہاں دل نہ ملے ہوں وہاں کی جمیعت اکٹھا کرنے کی بجائے تفریق کا موجب بنا کرتی ہے۔ پس ایسے جن کے دل نہ ملے ہوں وہ جتنا اکٹھے ہوں گے دشمنیاں اور بڑھیں گی اور ایک دوسرے پر اعتراض کے مواقع ہاتھ آئیں گے کہ دیکھو جی! فلاں عہدیدار، اس نے یہ کیا اور یہ نہیں کیا ہمارے آدمی کو ووٹ نہیں ملے وہ ہوتا تو یوں ہوتا۔ شیطان کے سو قسم کے وسوسے ہیں جو پھر دل میں راہ پا جاتے ہیں اور اجتماع تفریق کا نشان بن جاتا ہے۔ اس لئے میں نصیحت کرتا ہوں اور بار بار نصیحت کرتا ہوں کہ یہ دن اکٹھے ہونے کے ہیں، ہم نے خود ہی اکٹھے نہیں ہونا، تمام جہان کو اکٹھے کرنا ہے، اس لئے یہ چھوٹی چھوٹی گھٹیا کمینی باتیں زیب نہیں دیتیں، اگر باز نہیں آؤ گے تو پھر خدا تم سے دوسرا سلوک کرے گا۔ پھر بندے کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے وہ ایک طرف رہ جاتا ہے، پھر نظام جماعت کارفرما نہیں رہے گا

پھر اوپر کا جو اللہ کا نظام ہے، نظام سے اوپر جو ایک غالب نظام ہے وہ چلے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ تقویٰ کے ساتھ اپنے سب بغض اور کینے ختم کریں اور مؤمنانہ اخوّت کے ساتھ ایک جان ہو جائیں تا کہ جو برکتیں سارے جہان پر نازل ہو رہی ہیں اس کی کچھ بوندیں محمود آباد، جہلم وغیرہ پر بھی پڑ جائیں تو کیا نقصان ہے۔

آسٹریلیا نے ۲/اکتوبر تا ۴/اکتوبر تربیتی کلاس منعقد کی تھی ان کا نام بھی پڑھنے سے رہ گیا تھا آج خدا کے فضل سے مجلس انصار اللہ، مجلس خدام الاحمدیہ، مجلس اطفال الاحمدیہ چنتہ کنٹہ صوبہ آندھرا پردیش (انڈیا) کے اجتماعات ہو رہے ہیں۔ یہ ایک اچھی مخلص جماعت ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلد جلد ترقی کر رہی ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ اجتماعات ان کو ترقیات کے نئے دور میں داخل کر دیں گے۔

جماعت احمدیہ ناروے کا گیارہواں جلسہ سالانہ ۱۰/اکتوبر سے منعقد ہو رہا ہے۔ جماعت احمدیہ ناروے کے متعلق یہ بتانا چاہتا ہوں کہ انہوں نے North Cape میں مسجد بنانے کی حامی بھری تھی اور ان کے سپرد میں نے یہ کام کیا تھا کہ چندوں کی اپیل سے پہلے وہاں زمین لیں اور جماعت قائم کریں۔ پھر ساری دنیا سے چندوں کی اپیل کی جائے گی اور آپ کی جو کمی ہے وہ پوری ہو جائے گی۔ انہوں نے یہ خوشخبری بھیجی ہے کہ اللہ کے فضل سے کمیون نے باقاعدہ فیصلہ کر کے وہاں ایک نہایت ہی عمدہ باموقع اوپر کی زمین جو ایک خوبصورت پہاڑی چوٹی پر واقع ہے اور ایک ایکڑ سے زیادہ رقبہ ہے وہ جماعت احمدیہ کو مسجد کے لئے تحفۃً پیش کر دی ہے اور انہوں نے کوئی پیسہ وصول نہیں کیا۔ دوسرا کام کرنے کے لئے ان کا وفد اب وہاں گیا ہے یا جانے والا ہے جو تبلیغ کر کے وہاں جماعت قائم کرے گا۔ جب یہ دونوں شرطیں اکٹھی ہو جائیں گی تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ چندہ کی عام تحریک بھی کر دی جائے گی۔ اس سے پہلے جو ہو چکا ہے وہ یہ ہے کہ میرے ساتھ جو قافلہ تھا انہوں نے ایک ہزار پاؤنڈ کا وعدہ تحریک سے پہلے ہی کر دیا تھا۔ اس میں میں نے بھی اپنا وعدہ شامل کر لیا اس طرح ہمارے قافلے کا دو ہزار پاؤنڈ کا وعدہ اور کچھ خطبہ کے نتیجہ میں دوست از خود وعدہ بھی لکھوا گئے یا رقم ادا کر دی۔ بہر حال جب عام تحریک ہو گی اور جب جیسا کہ میں نے بتایا ہے وہاں جماعت بھی کچھ قائم ہو جائے گی تو مسجد کے کام کا آغاز ہو جائے گا۔ جماعت احمدیہ ناروے اللہ کے فضل سے بڑی

مستعد ہو رہی ہے اور کچھ اندرونی تفرقے جو تھے وہ مٹ رہے ہیں ان کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ غیر معمولی ترقیات عطا فرمائے۔

مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کی چوتھی مجلس شوریٰ کل ۹؍ اکتوبر سے شروع ہو رہی ہے۔ خدام الاحمدیہ جرمنی بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت جلد جلد ترقی کر رہی ہے اور بڑے بلند پایہ منصوبے بنا رہی ہے اور خدا کے فضل سے ہمتیں جوان ہیں۔ میں نے جماعت پاکستان کو پہلے بار بار نصیحت کی تھی کہ چندوں میں جرمنی آگے نکلنے والا ہے ذرا ہوش کرو۔ نکلنے نہ دینا لیکن نکل گیا۔ اب میں خدام الاحمدیہ کی طرف سے سب دنیا کو نوٹس دے رہا ہوں کہ جرمنی کی خدام الاحمدیہ اس تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے کہ اگر باقی مجالس خدام الاحمدیہ نے ہوش نہ کی تو ان کو بہت پیچھے چھوڑ جائے گی۔ ان کا تبلیغی منصوبہ اتنا عظیم الشان ہے کہ جب دو ہزارواں سال شروع ہوگا تو اس سال کے لئے یا اس سال تک کے لئے انہوں نے ایک لاکھ بیعتوں کا وعدہ لکھوایا ہے۔ اب بظاہر لگتا ہے کہ یہ پاگلوں والا خیال ہے۔ اتنی بڑی تعداد میں یورپ میں احمدی بنانا ناممکن ہے لیکن جو عالمی بیعت تھی وہ کب ممکن تھی؟ جرمنی میں پندرہ سو کے قریب جو یورپین احمدی ہوئے ہیں یہ کون سا ممکن دکھائی دیتا تھا؟ تو اب ہم ناممکنات کی دنیا سے ممکنات کی دنیا میں جا چکے ہیں۔ وہ دنیا جہاں دعا اور اللہ کی تقدیر دعا کو قبول کر کے غیر ممکن کو ممکن بنا دیتی ہے۔ یہ وہی مضمون ہے جس کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے مرے فلسفیو! زورِ دعا دیکھو تو (کلام محمود صفحہ: ۱۰۵)

پس یہ ناممکن باتیں دعا کے زور سے انشاء اللہ ہوں گی۔ جماعت جرمنی کو بھی اور خصوصیت سے خدام الاحمدیہ جرمنی کو میں متوجہ کرتا ہوں کہ اب تک جو کامیابیاں ہیں ان میں اگر آپ کو یہ وہم ہو گیا کہ یہ آپ کے زور بازو یا اچھے منصوبوں کے نتیجہ میں ہیں تو برکتیں ہاتھ سے جاتی رہیں گی۔ جتنی بڑی کامیابیاں ہوں اتنا ہی سر جھکنا چاہئے اور یقین رکھیں کہ خالصۃً یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور ہمیں خدا جو توفیق بخشتا ہے وہ بھی اس کا فضل ہی ہے، جو اچھے خیال سمجھتا ہے یہ بھی اس کا فضل ہی ہے ورنہ انسان لاکھ زور مارے اپنی طاقت سے کچھ نہیں کر سکتا۔ پس دعا کریں اور یقین رکھیں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بلند منصوبوں کو پورا کرنے کی توفیق بخشے گا اور آپ باقی دنیا کے لئے بھی نمونہ بنیں گے۔

گزشتہ جمعہ پر میں یہ مضمون بیان کر رہا تھا کہ خالق کی اپنی مخلوق پر ایک چھاپ ہوتی ہے اور خالق کا حسن اس کی تخلیق میں ضرور جلوہ گر ہوتا ہے۔ اس ضمن میں ایک اور شبہ یا وہم ہے جس کا ازالہ ضروری ہے۔ جب ہم خدا تعالیٰ کی کائنات پر نظر کرتے ہیں تو بعض بہت ہی بھیانک اور بدصورت چیزیں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ ایسے ایسے خوفناک شکلوں کے جانور ہیں جن کو بچے دیکھیں تو ڈر سے ان کی نیندیں اڑ جاتی ہیں اور ایسی مخلوقات ہیں جو اس سے پہلے زمین میں دفن ہو گئیں ان کو انہوں نے جب موت سے دوبارہ اجالا ہے یعنی ان کے دبے ہوئے ڈھانچوں سے، ان کے پنجروں کو دیکھ کر انہوں نے ان کی از سر نو تخلیق کی کوشش کی ہے تو بڑے بڑے بھیانک جسم سامنے آئے ہیں۔ پس سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر خالق کی چھاپ میں یہ بدصورتی کیسے ہوگئی۔ میں اب آپ کو اسی مثال کی طرف واپس لے کر جاتا ہوں جو میں نے ایک تصویر کے ساتھ مصور کے حسن کی نسبت کی صورت میں بیان کی تھی ہر مصور کو اپنی تصویر سے ایک نسبت ہوتی ہے اور وہ حسن کی نسبت ہے جو مصور میں پایا جاتا ہے لیکن تصویریں سارے حسن کی تو نہیں بنائی جاتیں۔ تصویریں بعض دفعہ بڑی بڑی خوفناک اور بھیانک بنائی جاتی ہیں اور بعض مصنف ایسے ایسے خوفناک کریکٹر اور کردار اپنے قلم سے اچھالتے ہیں کہ انسان ان کو حیرت زدہ ہو کر دیکھتا ہے لیکن اس کے باوجود محبت کی نظر سے نہیں بلکہ بعض دفعہ خوف کی نظر سے، بعض دفعہ نفرت کی نظر سے۔ پھر وہ مضمون کہاں گیا کہ ہر مصنف کو اپنی تصنیف سے نسبت ہے۔ ہر مصور کو تصویر سے ایک نسبت ہے جو وہ بناتا ہے۔

بات یہ ہے کہ تخلیق کا حسن قطع نظر اس کے کہ کیا تخلیق ہے، اپنی ذات میں ایک مقام رکھتا ہے ایک مصور جب بدصورت چیز بنا کر دکھانا چاہتا ہے تو اس کے قلم سے اگر کہیں خوبصورتی ظاہر ہو جائے تو مصور کا کمال نہیں ہوگا بلکہ اس کی غلطی اور اس کی خامی ہوگی۔ جب ایک بھیانک تصور کو مصور ہو یا ایک لکھنے والا ہو اپنے قلم سے کاغذ پر اتارتا ہے تو جتنا بھیانک وہ تصور ہے بعینہٖ ویسا تصور کاغذ کے اوپر نقش ہو جانا چاہئے۔ پس اگر بھیانک تصور کو پیش کرنا مقصد ہو اور وہ مقصد بعض اغراض کے پیش نظر ہوا کرتا ہے تو تصویر کا بھیانک ہونا ایک لازمی بات ہے۔ اگر بھیانک نہیں ہوگی تو مصور کا نقص ہوگا۔ اگر وہ مضمون بھیانک نہیں ہوگا تو ایک مصنف کا نقص ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہے۔ پس جب وہ ایک خاص مقصد کے لئے ایک چیز کو پیدا کرتا ہے اور اس مقصد کو پورا کرنے کے

لئے اس کا بھیانک پن ظاہر ہونا ضروری ہے تو لازم ہے کہ ویسا ہی بھیانک ہو جیسا خدا تعالیٰ پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس کا حسن اس کی تخلیق کے بھیانک پن میں ہے۔ حیرت انگیز طریق پر اس کو ہیبت ناک بنا دیا گیا ہے اور جب آپ اس مضمون کو ایک اور پہلو سے دیکھتے ہیں تو عام مصنف اور عام مصور کے مقابل پر اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں ایک اور حسن بھی دکھائی دیتا ہے۔ قرآن کریم نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا تصور کرنا ہو، اسے پہچاننا ہو تو کچھ علامتیں آفاقی ہیں کچھ علامتیں ہیں جو تمہارے اپنے وجود کے اندر پائی جاتی ہیں۔ پس اس پہلو سے جب ہم اس مضمون کو دیکھتے ہیں تو ایک بہت ہی دلکش انداز میں اس پر روشنی پڑتی ہے اور ایک معمہ حل ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر تخلیق اپنی ذات میں کامل ہے اور اپنی ضرورتوں کے لحاظ سے مکمل ہے۔ باہر کی دیکھنے والی آنکھ اس کو نہیں سمجھ سکتی لیکن وہ مخلوق خود اپنے نفس میں جانتی ہے، روزمرّہ کے تجربہ سے جانتی ہے کہ جیسی میں بنائی گئی ہوں اس میں ذراسی تبدیلی پیدا کر دی جائے تو میری تخلیق کا مقصد ہاتھ سے جاتا رہے گا اور باطل میں تبدیل ہو جائے گا، جھوٹ بن جائے گا۔ پس گوبر کا کیڑا ابھی آپ دیکھ لیں۔ آپ کو باہر سے دیکھتے ہوئے چاہے کتنی ہی بدی اس میں دکھائی دیتی ہو، بدصورتی دکھائی دیتی ہو، گند دکھائی دیتا ہو لیکن گوبر کے کیڑے میں کوئی اس کے مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرسکتا۔ اگر کرے گا تو خدا کی تخلیق میں نقص پیدا کر دے گا۔ ڈائنا سورز (Dinosaurs) آپ کو کتنے ہی بھیانک کیوں نہ دکھائی دیں مگر اس وقت ان کی بقا کے لئے اور ان کے مقاصد کو پورا کرنے کیلئے وہی شکل ہے جو کام دے سکتی تھی۔ اس شکل میں کوئی ایسی تبدیلی کی جاتی جو ان کو ان کے دائرہ کار سے باہر لے جاتی جس مقصد کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اس کا ایک دائرہ جو کھینچا گیا ہے اس دائرے کے اندر ان کو نہ رہنے دیتی اور ان کو باہر نکال دیتی تو وہ ان کی ہلاکت کا دن ہوتا۔

پس یہ بھی ایک مضمون ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر غور کرتے ہیں تو مؤمن کے دل سے یہ جو آواز اٹھتی ہے کہ مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا (آل عمران: ۱۹۲) اس سے یہ مضمون حل ہو جاتا ہے کہ ہر چیز اپنے اندر ایک خاص مقصد لئے ہوئے ہے اور اس کی تخلیق اس مقصد کے عین مطابق ہے اور اس میں کوئی باطل کا پہلو نہیں ہے۔ تو وہ بھیانک ڈائنا سورز (Dinosaurs) اس نقطۂ نظر سے دیکھیں تو بہت ہی خوبصورت دکھائی دیں گے اور دل سے بے اختیار وہی آواز اٹھے گی کہ

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ کہ واہ واہ سبحان اللہ ! کیسا عظیم خالق ہے۔ بدصورتی پر بھی احسن کا لفظ اطلاق پائے گا۔ آنحضرت ﷺ جب اپنی وحی لکھوایا کرتے تھے تو ایک ایسا مضمون آیا جس میں کائنات کے حسن کا مضمون تھا اس وقت لکھنے والے کاتب کے دل سے بے اختیار یہ کلمہ بلند ہوا کہ

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ (المومنون:۱۵)

واہ واہ اللہ کی ذات کیسی مبارک ہے! اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ ہے اور بعینہ یہی وحی تھی جو بعد میں نازل ہورہی تھی۔ وقت کی آواز یہ تھی۔ فطرت کی آواز تھی کہ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ جو اس کے دل سے بلند ہوئی لیکن جب آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں یہی ہے۔ یہی لکھو تو اس کا ایمان لرز گیا۔ ٹھوکر کھا گیا اور وہ بدبخت انسان مرتد ہو کر اسلام کے دائرے سے باہر چلا گیا۔

پس بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ فطرت سے بے اختیار ایک گواہی اٹھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر جہاں بھی آپ غور کریں گے خواہ وہ کیسی ہی بدصورت ہو، کیسی ہی بدزیب دکھائی دینے والی ہو فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ کا کلمہ بے اختیار، بے ساختہ دل سے اٹھے گا۔ اس میں ایک اور پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چیزیں پیدا کرتا ہے ان کے بعض مقاصد اس وقت دکھائی نہیں دیتے، بعد میں دکھائی دیتے ہیں اور بعض مقاصد موازنہ کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ اگر بدصورتی نہ ہو تو حسن کا تصور ہو ہی نہیں سکتا۔ ہر چیز کے دو Pools ہیں، دو کنارے ہیں اور ان دو کناروں کے بعد سے ایک نیا مضمون پیدا ہو جاتا ہے جتنا بعد زیادہ ہوا اتنا ہی ہر کنارے کی اہمیت زیادہ بڑھتی چلی جاتی ہے جتنا وہ قریب اور مدغم ہوں گے اتنا ہی ان کی اہمیت آپس میں مدغم اور مبہم ہوتی چلی جائے گی۔ پس کسی مضمون کو نتھار کر پیش کرنا ہو تو دونوں طرف کے کناروں کے خصائل یا ان کے نقوش کو بڑی وضاحت کے ساتھ خوب نکھار کر پیش کرنا ہوگا۔

پس جہاں حسن ہے وہاں بدصورتی کا مضمون لازم ہے۔ جہاں رحم ہے وہاں ظلم کا مضمون بھی لازم ہے۔ یہ ایک لمبا مضمون ہے اس کے کچھ حصوں پر پہلے میں کئی دفعہ روشنی ڈال چکا ہوں۔ سرِدست اتنا کہنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی باطل نہیں ہے اور جس تخلیق کو آپ سب سے زیادہ بدصورت سمجھتے ہوں اس تخلیق میں بھی بعض مخفی حسن ہیں جو اس مخلوق کو خود معلوم ہیں، وہ اس کی شاکلہ میں داخل ہیں۔ وہ مخلوق سب سے بہتر جانتی ہے کہ مجھ میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کرسکتا۔ خالق

نے جیسا بنایا ویسا ہی ٹھیک تھا اور دوسرے اس کے بعض حسن ہیں جو موازنہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ بعض حسن ہیں جو آج نہیں تو کل ظاہر ہوں گے، بعد کے زمانوں میں نکھر کر سامنے آتے ہیں۔ یہ ایک بہت ہی لمبا اور وسیع مضمون ہے میں صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ یاد رکھیں جہاں بدصورتی بھی ہے وہاں ایک پیغام ہے جو آپ کو ضرور ملتا ہے اور بدصورتی کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بدصورتی سے حسن کی طرف حرکت کریں، جہاں حسن کھینچتا ہے وہاں بدصورتی دھکا دیتی ہے اور بدصورتی کا دھکا دینے والا جو مضمون ہے کہ جس کو بدصورتی کی شناخت ہو جائے اس کو بدصورتی اپنے سے دور کرتی ہے، یہ سبحان کے لفظ میں بیان ہوا ہے اور جہاں جہاں خدا تعالیٰ کی سبحانیت کا ذکر ہے وہاں دراصل اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے اور تبتّل کے لئے اس کا سمجھنا بہت ضروری ہے۔ جہاں حمد کا مضمون ہے وہاں حسن کی ایک کشش ہے جس کا بیان ہوتا ہے اور جہاں سبحان کا مضمون ہے وہاں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جو بھی خامیوں کے تصورات ہیں، جو بھی بدیوں کے تصور ہیں ان تمام تصورات کے ہر پہلو سے اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ اس میں خامی کا کوئی ادنیٰ سا بھی پہلو نہیں ہے۔ یہی وہ مضمون ہے جو اس آیت میں بیان ہوا ہے جو ابھی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی تھی۔ فرماتا ہے۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۸﴾

پس اللہ کی تسبیح کرو۔ ایک یہ مضمون ہے اور سبحان اللہ میں دوسرا مضمون یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ پاک پاؤ گے تم خواہ شام میں داخل ہو رہے ہو یا صبح میں داخل ہو رہے ہو تمہیں خدا تعالیٰ ہر نقص سے پاک دکھائی دے گا۔ شام میں داخل ہونے کے وقت کون کون سے ایسے نقائص ہیں جن کی طرف انسان کی توجہ پھرتی ہے۔ ایک تو روشنی کو آپ اندھیروں میں بدلتا ہوا دیکھتے ہیں، امن کو خوف میں تبدیل ہوتا ہوا دیکھتے ہیں۔ یہ وہ مضامین ہیں اور ان کے علاوہ اور بہت سے مضامین ہیں جن کا دن کے رات میں داخل ہونے سے تعلق ہے ان سب پہلوؤں کی برائیوں سے آپ اللہ تعالیٰ کو پاک پائیں گے۔ پس خواہ تم دن سے رات میں داخل ہو رہے ہو یا رات سے دن میں داخل ہو رہے ہو۔ رات کے دن میں داخل ہونے میں رات کے تجارب بھی آجاتے ہیں۔ رات کی بعض تکلیف دہ یادیں بھی آجاتی ہیں اور پھر دن کی محنت جو سامنے کھڑی ہوتی ہے اور کئی قسم کی مشکلات جن کا دن سے تعلق ہے وہ بھی سامنے آجاتی ہیں۔ تو یہ ایسا مضمون ہے جو ہر انسان کی سوچ کے مطابق نئے نئے

واقعات میں ڈھل سکتا ہے اور ان واقعات کے تعلق میں انسان اللہ تعالیٰ کو برائیوں سے پاک دیکھ سکتا ہے اگر دیکھنا چاہے تو۔ پس جب وقت بدل رہا ہو۔ حالات بدل رہے ہوں تو اس وقت بھی خدا تعالیٰ کی تسبیح کا مضمون ضرور دل میں اٹھتا ہے۔ لیکن اس مضمون کو آگے بڑھانے سے پہلے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ صرف بدیوں سے پاک نہیں ہے۔ بدیوں سے پاک دیکھو گے تو تمہیں اس میں حمد دکھائی دینے لگے گی جو ایک مثبت مضمون ہے۔ جو بدی نہیں ہے اس کے بدلے ایک بہت عظیم الشان حسن موجود ہے۔ محض بدیوں سے پاک قرار دینا کامل تعریف نہیں ہے بلکہ ہر بدی جس سے کوئی چیز پاک ہوتی ہے اس کے مقابل پر اسے ایک خوبی اپنانی پڑے گی ورنہ وہ وجود نامکمل رہے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم جب کہتے ہیں کہ وہ شام کے وقت بھی تمہیں پاک دکھائی دے گا اور صبح کے وقت بھی پاک دکھائی دے گا تو مراد یہ نہیں ہے کہ وہ صرف بدیوں سے پاک ہے۔ اس کے لئے تو حمد ہی حمد ہے آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی۔ کائنات کا کوئی ذرہ، کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں خدا کی حمد کا مضمون دکھائی نہ دے رہا ہو۔

پھر پہلے مضمون کو شروع کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ کہ تم جب دن سے شام میں داخل ہوتے ہو اور اس کے بعد رات آجاتی ہے تو عَشِيًّا سے مراد وہ رات ہے اور رات سے دن میں داخل ہوتے ہو تو پھر وہ دوپہر میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ پس جب تم رات میں داخل ہو کر رات گزار رہے ہوتے ہو یا دن میں داخل ہونے کے بعد دن کے عروج تک پہنچتے ہو۔ پس اندھیروں کا بھی ایک عروج ہے جس کا عَشِيًّا میں ذکر فرمایا گیا اور روشنی کا بھی ایک عروج ہے جس کا تُظْهِرُوْنَ میں ذکر فرمایا گیا۔ ظہر کے وقت جب سورج سر پر چڑھتا ہے اور اس کے بعد بہت عرصہ تک اس کی تمازت اپنی پوری قوت سے جلوہ دکھا رہی ہوتی ہے۔ فرمایا اس وقت بھی تم خدا کو ہر کمزوری، ہر برائی سے پاک دیکھو گے۔ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وہ زندوں سے مردے پیدا کرتا ہے، زندوں کو مردہ بنا دیتا ہے۔ يُخْرِجُ کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے نکالتا ہے۔ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ زندوں سے مردوں کو نکالتا ہے۔ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ مردوں سے زندوں کو نکالتا ہے۔ یہاں تک جب ہم پہنچتے ہیں تو یہ مضمون تھوڑے سے خدشات کا پہلو ہمارے سامنے رکھتا ہے۔ پہلے فرمایا۔ يُخْرِجُ الْحَيَّ

مِنَ الْمَيِّتِ وہ مردوں سے زندہ پیدا کر دیتا ہے۔ یہ خوش خبری کی بات ہے انسان کہتا ہے الحمد للہ۔ مردوں سے زندہ پیدا ہوں گے لیکن معاً ساتھ ہی فرمادیا کہ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وہ پھر زندوں سے مردے بھی پیدا کر دیتا ہے۔ یہ ایک خوف کا مقام ہے لیکن بات یہاں ٹھہر نہیں گئی۔ پھر فرمایا۔ وَيُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وہ زمین کو اس کی موت کے بعد پھر زندہ کر دیتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۔تم اسی طرح زمین سے نکالے جاؤ گے یا ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف نکالے جاؤ گے۔ یہ مضمون ظاہری طور پر تو پورا ہوتا ہوا ہمیں دکھائی دیتا ہے۔ اس میں کسی سائنس دان کی گواہی کی ضرورت نہیں۔ ہر انسان دیکھتا ہے جانتا ہے کہ مردوں سے زندہ نکل رہے ہیں۔ اس کے کئی قسم کے مطالب ہیں۔ ایک مطلب یہ ہے کہ ایک نسل مر جاتی ہے اور دنیا سے تعلق کاٹ کر الگ ہو چکی ہوتی ہے۔ اس نسل کے بعد اس نسل کو زندہ رکھنے کے لئے انہی میں سے زندہ لوگ پیدا ہوتے ہیں جو دراصل ان کو زندگی بخش رہے ہوتے ہیں یعنی پہلی نسل کے لوگ جو مر گئے ان کے بعد آنے والی نسلیں دراصل انہی مردوں کی زندگی کا نشان بنتی ہیں اور انہی کی زندگی کو جاری رکھنے کا ذریعہ بن جاتی ہیں لیکن ان زندوں سے پھر مردے بن جاتے ہیں۔

تو اس میں ایک نصیحت تو یہ ہے کہ سوائے اللہ کے کسی چیز کو بقا نہیں ہے۔ تم اگر آج زندہ ہو تو کل مر بھی جاؤ گے، اگر آج مری ہوئی قومیں ہو تو کل زندہ بھی ہو جاؤ گے۔ پس یہ مضمون ایک اور پہلو سے ہمارے سامنے کئی نصیحتیں لے کر آتا ہے۔ قوموں کے عروج و زوال اور زوال و عروج کا نقشہ ہمارے سامنے رکھتا ہے۔ وہ لوگ جو ایک خاص قسم کی مردنی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور ان کے مقابل پر طاقتور قومیں ان پر سوار ہیں اور ان پر غالب آ چکی ہیں۔ یہ آیت ان کو یہ پیغام دیتی ہے کہ دیکھو! گھبراؤ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ زندوں کو کچھ عرصہ زندگی کا موقع دیتا ہے اور ان کو آزماتا ہے۔ ان کو آزمائش کے دور سے گزارتا ہے اور پھر وہ اس اکھاڑے سے نکل جاتے ہیں، ان کا دنگل ختم۔ ان کے بدلے پھر اور لوگ آیا کرتے ہیں۔ آج تم مردہ ہو تو کل زندہ بھی ہو سکتے ہو، آج جو زندہ ہیں اگر وہ اترائیں گے اور اس امتحان پر پورا نہیں اتریں گے تو کل وہ مر بھی سکتے ہیں بلکہ ضرور مریں گے۔ تو یہ جو عرصہ حیات ہے اس کی آزمائشوں کا ذکر اس مضمون میں آ جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَيُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اور پھر زمین کو اس کی موت کے بعد دوبارہ زندہ

کرتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ یادرکھو کہ یہ جو زندگی اور موت کا سلسلہ اور ان کا ادلنا بدلنا ہے جہاں تک انسان کا تعلق ہے تمہارے لئے یہ آخری بات نہیں ہے۔ تم پھر زندہ کئے جاؤ گے اور جب زندہ کئے جاؤ گے تو حساب کتاب کے لئے زندہ کئے جاؤ گے۔ دنیا میں جو تمہاری آزمائشیں ہو رہی ہیں ان کی جزا یا سزا تمہیں مرنے کے بعد دی جائے گی اس بات کو نہ بھولنا۔

ہمارے سامنے سزا یا جزا کے دو قسم کے نظام رکھ دیئے۔ ایک وہ جو انسانی زندگی کے بدلتے ہوئے حالات اور قوموں کے تغیرات سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ بہت سی قومیں جو اپنے عروج کی حالت میں کبھی آسمان سے باتیں کر رہی تھیں اور انتہائی تکبر میں مبتلا تھیں وہ پیوند خاک ہو گئیں اور ان کی عظمتیں مٹ گئیں، ان کا کوئی نشان باقی نہیں رہا سوائے اس کے کہ تاریخ کے صفحات میں ان کا ذکر ملتا ہے اور بہت سی مردہ قومیں جن پر بعض غالب قومیں سوار تھیں اور یوں لگتا تھا کہ وہ کبھی بھی اس حالت سے باہر نہیں نکل سکیں گی وہ دنیا پر غالب آئیں اور ان پہلوں کے نشان مٹ گئے لیکن وہ باقی رہیں۔ پس تاریخ عالم جو سبق دیتی ہے یہ سبق بھی ان آیات میں مذکور ہے لیکن ساتھ ہی فرمایا گیا کہ ادلنے بدلنے کا یہ مضمون اس دنیا میں ختم نہیں ہو جائے گا۔ آخر پھر تم زندہ کئے جاؤ گے اور اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (المومنون: ۸۰) تم گھیر گھار کے جوق در جوق خدا کی طرف لے جائے جاؤ گے جس طرح ایک گڈریا اپنے گلّے کو ہانک کر یا گھیر کر اس مقام کی طرف لے کر جاتا ہے جہاں اسے لے جانا مقصود ہو اسی طرح بالآخر تم اللہ کی طرف لوٹو گے۔

اس میں جو روحانی مضمون ہے وہ یہ ہے کہ مذہبوں کا بھی یہی حال ہے بہت سے مذاہب انبیاءؑ کے ذریعے زندہ کئے جاتے ہیں وہ مردوں سے نکلتے ہیں لیکن اگر وہ اپنی زندگی کی حفاظت نہ کر سکیں تو بعد میں آنے والی نسلیں مر جاتی ہیں۔ یہ مضمون کمال کے ساتھ اس صورتحال پر بھی صادق آتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جو انبیاءؑ کو قبول کرتے ہیں اور ان سے زندگی پاتے ہیں وہ بحیثیت قوم خود نہیں مرا کرتے۔ ان کی وہ زندگی ویسی ہی ابدی ہے جیسا کہ فرمایا کہ زمین کو اللہ تعالیٰ اس کے بعد پھر زندہ کر دے گا اور اس زندگی کے بعد تم خدا کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ وہ ایک ابدی زندگی ہے۔ پس جہاں تک انبیاءؑ کو قبول کرنے والی قوموں کا اور ان پہلی نسلوں کا تعلق ہے جنہوں نے قربانیاں دے کر

انبیاءؑ کو قبول کیا ان کے لئے کوئی موت نہیں لیکن بعد میں آنے والے مرجایا کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا فَخَلَفَ مِنْۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ (الاعراف ۱۷۰) بعض بڑے بڑے نیک اعمال کرنے والے مقدس وجود تھے مگر بدقسمتی سے ان کی نسلیں ختم ہوگئیں۔ ایسی نسلوں نے ان کا ورثہ پایا جنہوں نے بداعمال شروع کر دیئے اور ان کی زندگی موت میں تبدیل ہوگئی۔ پس بعض قومیں زندگی کی حالت میں جب اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک حق کو قبول کرتی ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ موت کی حالت سے نکل کر ایک حق کو قبول کرنے کے نتیجہ میں زندگی پاتی ہیں ان کے لئے نصیحت ہے کہ اپنی آنے والی نسلوں کی حفاظت کرنا ان کو بھی نہ مرنے دینا لیکن یاد رکھنا کہ تم سے کوئی ایسا ابدی وعدہ نہیں ہے کہ تم زندگی پاؤ گے تو لازماً تمہاری آنے والی نسلیں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ اس کے لئے یہ اصول یاد رکھنا کہ لَا يَنَالُ عَهۡدِي الظّٰلِمِيۡنَ (البقرہ:۱۲۵) کہ میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔ پس تم ایسی زندگی اختیار کرو جیسے کہ ایک روح ایک دنیا کو چھوڑ کر دوسری دنیا کی طرف حرکت کر جاتی ہے اور وہ زندگی جو موت کے ساتھ ادلتی بدلتی ہے وہ ایک دائمی صورت اختیار کر جاتی ہے۔ پس تمہارے لئے ہم نے دنیا میں یہ موقع پیدا کر دیا ہے کہ خدا کے حضور پیش ہونے سے پہلے موت کی حالتوں سے ابدی طور پر نکل جاؤ۔ اپنی نسلوں کو بھی نکالو اور خود ایسے نکلو کہ پھر کبھی دوبارہ موت کی طرف لوٹ کر نہ جاؤ۔ یہ وہ مضمون ہے جو اس آیت میں بیان ہوا اور اسی تعلق سے میں نے اسے تبتّل کے مضمون کے لئے چنا ہے۔

میں آج کل آپ کو یہ سمجھا رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف تبتّل ضروری ہے۔ تبتل کا مطلب ہے ایک حالت کو چھوڑ کر، ایک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جماعت یا دوسری جگہ کی طرف منتقل ہو جانا یہاں تک کہ پہلی جگہ سے رشتے ٹوٹ جائیں، تعلق ختم ہو جائیں، یہ آیت بتاتی ہے کہ اس دنیا میں تم خواہ کتنی دفعہ مارے جاؤ اور زندہ ہو، بالآخر تم نے اس دنیا کو چھوڑ دینا ہے۔ بالآخر تمہیں اس دنیا سے رخصت ہونا ہوگا اور وہ تبتل جو بے اختیاری کا تبتل ہے وہ تو تم نے اختیار کرنا ہی کرنا ہے۔ کوئی نہیں ہے جو اس کے بغیر رہ سکے، بالآخر لازماً اس دنیا سے رخصت ہو کر تمہیں خدا کی طرف لوٹنا ہے۔ لیکن وہ تبتل جو تمہارے اختیار میں ہے اگر وہ تم نے مرنے سے پہلے اختیار نہ کیا تو تمہارا دل دنیا کی جن چیزوں میں اٹکا ہوا ہوگا۔ وہی تو قیامت کے دن تمہارے لئے جہنم کا موجب بن جائے گا کیونکہ جس سے تعلق ہو اس سے انسان جتنا دوری اختیار کرتا ہے اتنی ہی تکلیف پہنچتی ہے۔ جس سے تعلق نہ ہو جتنا اس کے

قریب ہو اتنی ہی مصیبت پڑ جاتی ہے۔ آپ جانتے ہیں اور ہر انسان کی روزمرہ کی ملاقاتوں میں یہ بات آئے دن ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ اگر تعلق والا پیارا ملتا ہے تو دل نہیں چاہتا کہ وہ اٹھ کر جائے اور کوئی بور کرنے والا یا کسی پہلو سے جو آپ کے لئے ناقابل قبول ہو یا بعضوں کو بعض شخصیتوں سے الرجی ہوتی ہے ایسا آدمی پاس آ کر بیٹھ جائے تو مصیبت بن جاتی ہے حالانکہ وہ بے چارا کچھ بھی نہیں کہہ رہا ہوتا۔ کوئی ظاہری تکلیف نہیں دے رہا ہوتا، بعض دفعہ وہ آپ کی روٹی بھی نہیں کھاتا۔ آپ کے لئے کچھ لے کر بھی آتا ہے لیکن جاتا ہے تو آپ کہتے ہیں چلو اچھا ہوا، شکر ہے آخر نجات ملی۔ اس نے پٹھے توڑ دیئے تھے۔ تو وہ لوگ جو یہاں تبتل اختیار نہیں کرتے ان کے اس دنیا میں پٹھے ٹوٹیں گے۔ وہاں جو وجود دکھائی دیں گے ان سے کبھی اس دنیا میں تعلق پیدا نہیں ہوا اور تعلق اس لئے پیدا نہیں ہوا کہ آخر وقت تک دنیا کے وجودوں سے ایسا تعلق قائم رکھا کہ جس کے ٹوٹنے سے ایک روحانی عذاب پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں جان دی کہ تبتّل نہیں ہو سکا تھا۔ ایسی صورت میں اگلی دنیا جہنم ہی جہنم ہے۔

لیکن محض اس طرح کی نہیں جیسے میں بیان کر رہا ہوں کیونکہ جہنم کی وہ شکل ایسی ہے جس کا ہم حقیقت میں تصور نہیں کر سکتے ہم جو چیزیں آج ایک جذبات اور کیفیات کی صورت میں سوچ رہے ہیں یہ اگلی دنیا میں موجودات بن جائیں گی۔ ان کو ظاہری جسم عطا کر دیئے جائیں گے اور اس صورت میں ان کے عذاب دینے کی طاقت بہت بڑھ چکی ہوگی اور یہ وہ مضمون ہے جو بیان کر کے یہ آیت وارننگ دیتی ہے کہ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ تمہیں ہم لازماً یہاں سے نکال دیں گے۔ اس دنیا کو تم چھوڑ دو گے۔ اس لئے روحانی طور پر اس سے نکلنے کی تیاری کرو۔ آنحضرت ﷺ بھی جن مردوں کو زندہ کرنے کے لئے آئے وہ یہی مردے تھے جو روحانی طور پر مردہ تھے، ان کو بھی ایک موت کی حالت سے نکال کر ایک زندگی کی حالت میں داخل فرمایا گیا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (الانفال:۲۵)

کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ۔ اللہ اور اس کے رسول کی بات کا ہاں میں جواب دو لبیک کہو۔ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ جب وہ تمہیں بلاتا ہے تا کہ تمہیں زندہ کرے۔

خاص طور پر قابل ذکر بات یہ ہے اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ یہاں یَاَیُّهَا النَّاسُ نہیں فرمایا یَاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فرمایا ایمان لانے والے تو پہلے ہی زندہ ہو چکے ہیں۔ پھر نئی زندگی سے کیا مراد ہے جس کی طرف بلایا جارہا ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں تبتّل مراد ہے ایمان لانے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی آواز پر لبیک کہنے کی پہلی صلاحیت عطا ہوئی ہے مگر ابھی دنیا سے تبتل نہیں ہوا۔ اب یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو ہر شخص اپنے نفس پر غور کر کے جانچ سکتا ہے، پہچان سکتا ہے، ہر انسان صاحب تجربہ ہے۔ ہم سب جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لا کر آنحضرت ﷺ سے تجدید بیعت کر چکے ہیں۔ آپؑ پر دوبارہ حقیقی اور گہرا ایمان لے آئے ہیں، ہم جانتے ہیں کہ ہم تبتّل کی مختلف حالتوں پر ہیں۔ ہم میں سے بہت سے ہیں جو ایمان لانے کے باوجود اس آواز پر لبیک نہیں کہہ سکتے جو زندگی کی آواز ہے اور وہ زندگی ایک قسم کی موت کو چاہتی ہے۔ مردوں سے نکل کر زندگی میں آنا مردہ حالت پر موت وارد کرنے کے مترادف ہے اور ویسی ہی تکلیف دہ چیز ہے جیسے زندگی سے موت میں داخل ہونا لیکن زاویۂ نظر بدل جاتا ہے۔ جس طرح ایک زندہ کے لئے بڑی مصیبت ہے کہ وہ موت کو اپنے سامنے کھڑا دیکھے اور اپنی طرف آتا ہوا محسوس کرے پتا ہو کہ اب میں جانے والا ہوں۔ ایسی حالت میں انسان کی جو کیفیت ہوتی ہے اس کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں لیکن وہ لوگ جو مردے ہیں جب ان کو موت سے زندگی کی طرف بلایا جاتا ہے تو ان کی بھی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ زندگی کا جواب ہاں میں دینا بڑی مصیبت ہے۔ اب یہ بات تو قطعی طور پر ثابت ہوگئی کہ آنحضرت ﷺ مومنوں کو زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ جو ایمان لے آئے ہیں ان کو زندگی بخشنا چاہتے ہیں اور زندگی کی راہوں کی طرف بلا رہے ہیں۔ فرمایا: اسۡتَجِیۡبُوۡا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ اللہ اور اس کے رسول کو ہاں میں جواب دو اس کی آواز پر لبیک کہو لیکن جب لبیک کے موقع آتے ہیں تو ہم اپنے اندر کتنی کمزوریاں پاتے ہیں اور وجہ یہی ہے کہ ہمارا تبتل نہیں ہوا۔ ہم رسّوں سے بندھے ہوئے ہیں۔

جہاں جہاں آنحضور ﷺ کی آواز پر لبیک کہنے کے لئے دِقّت محسوس کی جائے یا لبیک نہ کہی جائے ایسی مجبوری ہو جائے یا بہت زور لگانا پڑے اور بڑی مصیبت سے قربانی کر کے لبیک کہنا پڑے تو اس موقع پر آپ بہترین طور پر اپنی جانچ کر سکتے ہیں کہ کتنا آپ کا تبتل ہوا ہے اور کتنا ہونا باقی ہے۔

جس جس اندھیرے سے آپ کو روشنی کی طرف بلایا جاتا ہے اس اندھیرے نے آپ کے قدم تھامے ہوئے ہیں کہ نہیں۔ یہ مضمون ہے جو ان آیات میں بیان ہوا ہے اگر قدم تھامے ہوئے ہیں تو آپ کے لئے خدا اور رسول کی آواز کا ہاں میں جواب دینا بہت مشکل ہو جائے گا۔ باوجود اس کے کہ آپ جانتے ہیں کہ زندگی کی طرف بلا رہے ہیں۔ پس جس طرح زندہ کا مرنا مشکل ہے اسی طرح مرے ہوئے کا جینا بھی تو مشکل ہے کیونکہ مشکل کا سارا راز انقطاع میں ہے۔ ایک حالت کو چھوڑ کر دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا یہ سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ اس حالت پر پڑے ہوئے آپ کی جڑیں جتنا اس میں قائم ہو چکی ہوں گی اور آپ اس کے ساتھ پیوستہ اور وابستہ ہو چکے ہوں گے اتنا ہی آپ کے لئے جگہ تبدیل کرنا مشکل ہو جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ تبتل کا ہی مضمون اس رنگ میں بیان فرما رہا ہے کہ دیکھو ہاں میں جواب دینا ورنہ تم مرے رہو گے۔ خالی ایمان تمہارے کسی کام نہیں آئے گا۔ پھر فرمایا: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ (الانفال:۲۵) تمہاری نیتیں جو کچھ بھی ہوں تم اپنے لئے کئی قسم کے بہانے تراش لیا کرو گے کہ اس بات کا تو میں جواب نہیں دے سکتا اس لئے کہ یہ مشکل ہے، فلاں بات کا اس لئے نہیں دے سکتا کہ یہ مشکل ہے۔ آج میں اتنا بوجھ اٹھا نہیں سکتا کل کوشش کروں گا۔ نفس ہزار قسم کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یاد رکھنا جب خدا اور خدا کے رسول تمہیں بلاتے ہیں تو تمہاری نیتوں کے بیچ میں خدا بیٹھا ہوا ہے۔ کیسا حیرت انگیز نقشہ کھینچا گیا ہے۔ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ انسان کی ذات اور اس کے قلب کے درمیان میں خدا ہے حالانکہ بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ انسان اپنے قلب کے قریب ترین ہے۔ یہاں قلب سے مراد نیتوں کی آخری آماجگاہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ تم سے بہتر تمہیں جانتا ہے اور جو بھی سوچو گے، جو بھی پیغام تمہارا دل تمہیں بھیجے گا اور وہ عذر بن کر تمہاری زبانوں سے نکلے گا۔ ایک Sensor بیچ میں ہو رہا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ پتا کرلے گا کہ اصل بات کیا تھی۔ دل سے کیا اٹھا تھا اور زبان سے کیا نکلا ہے۔ اس کا ایک عظیم الشان Sensor کا نظام ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے اور پھر وہی بات فرمائی۔ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ پس اس آیت میں جو تُخْرَجُوْنَ کہہ کر فرمایا کہ زمین سے نکالے جاؤ گے اور پھر خدا کی طرف لوٹائے جاؤ گے اس کو یہاں یوں بیان فرمایا کہ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ تم نے آخر وہیں چلے جانا ہے۔ اس لئے اس

سے پہلے پہلے جن بدیوں سے علیحدگی اختیار کر سکتے ہو علیحدگی اختیار کر لو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو مختلف رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''یادرکھو انسان کو اللہ تعالیٰ نے تعبّد ابدی کے لئے پیدا کیا ہے۔اس لئے اس کو چاہئے کہ اسی میں لگا رہے۔اس جہان کی جس قدر چیزیں ہیں۔ بیوی، بچے، احباب، رشتہ دار، مال و دولت اور ہر قسم کے املاک، ان کا تعلق اسی جہان تک ہے۔ اس جہان کو چھوڑنے کے ساتھ ہی یہ سارے تعلقات قطع ہو جاتے ہیں۔۔۔''

وہ مضمون جو میں ان آیات کے حوالے سے بیان کر رہا ہوں یہ وہی مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے۔

> ''۔۔۔اس جہان کو چھوڑنے کے ساتھ ہی سارے تعلقات قطع ہو جاتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ ہے اور اس جہان میں بھی اور اس جہان میں بھی اس کی ضرورت ہے۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ:۳۴۸)

پس جس جہان میں جارہے ہیں وہ خلاؤں کا جہان نہ نکلے۔ یہ نہ ہو کہ یہاں سے کچھ بھی اس جہان والے سے تعلق کی صورت میں ساتھ لے کر نہ جائیں۔ ایک جگہ سے تعلق کاٹا جائے اور دوسری جگہ تعلق قائم نہ ہو تو یہ بربادی ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اتنا کیوں نہیں سوچتے کہ یہ جو دنیا کے تعلقات ہیں، زیادہ سے زیادہ پیارے لوگ۔ تمہارے بچے، تمہارے اقرباء، تم سے محبت کرنے والے، تمہارے محبوب، تمہاری دولتیں، یہ ساری کی ساری ایک دن لازماً یہیں رہ جائیں گی۔ ان کا ایک ذرہ بھی تمہارے ساتھ نہیں جائے گا لیکن ایک وجود ہے جو یہاں بھی ہے اور وہاں بھی ہے۔ اس سے اگر تم نے یہاں تعلق قائم کر لیا تو وہاں وہ کام آئے گا۔ وہاں تنہائی محسوس نہیں کرو گے اور جتنا تعلق یہاں قائم کرو گے اتنا ہی وہاں تمہارے لئے دلجمعی کے سامان ہوں گے اور دل لگانے کے لئے خدا تعالیٰ تمہارے لئے ایسی ایسی چیزیں ظاہر فرمائے گا کہ جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ تصور نہ کرنے کا مضمون دوسری جگہ بیان ہوا ہے اس کو میں نے یہاں داخل کیا

ہے کیونکہ اس موقع کے لئے ہی ہے۔ مراد یہ ہے کہ اگر اس دنیا میں خدا سے تمہارا تعلق قائم ہو گیا تو پھر اس دنیا میں جو تعلق قائم ہوگا وہ اس سے بہت زیادہ لذیذ بن کر ظاہر ہوگا جو تم اس دنیا میں چکھ چکے ہو۔ بظاہر یہی کہو گے کہ ہم نے پہلے بھی یہ چکھا ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرمائے گا نہیں تم نہیں جانتے یہ تو بالکل اور چیزیں ہیں، ویسی ہیں، ملتی جلتی ہیں لیکن اپنی کیفیت اور کمیّت اور لذتوں کے لحاظ سے گویا زمین آسمان کا فرق ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں خدا سے تعلق کا مضمون بیان فرمایا وہاں پہلے دنیا سے عدم تعلق کا مضمون بیان فرمایا ہے اور اسی کا نام تبتل الی اللہ ہے کیونکہ ایک تعلق کے ہوتے ہوئے دوسرا تعلق ہو نہیں سکتا۔ ہر معاملہ میں موازنہ ہوتا ہے۔ ایک طرف سے دوسری طرف حرکت کرنے کے لئے لازم ہے کہ دوسری طرف کا تعلق غالب آجائے اور ایک طرف کا تعلق مغلوب ہو جائے۔ یہ قانون قدرت ہے کسی انسان کے اندر طاقت ہی نہیں کہ جس میں تبدیلی پیدا کر سکے۔ اگر کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو اس کے مقابل پر جو چیز آئے گی اور اس تعلق کی راہ میں حائل ہو گی اس سے ویسی ہی نفرت پیدا ہو گی۔ نصیحت کرنے والے لاکھ نصیحتیں کریں اگر ایک انسان کو کسی سے محبت ہے اور ناصح اس محبت کی راہ میں حائل ہوتا ہے تو عام حالات میں آپ نصیحت کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ بہت بہت شکریہ۔ جزاک اللہ۔ بڑی اچھی بات کی لیکن اگر وہ آپ کی محبت کی راہ میں حائل ہوتا ہے تو آپ اس کو ایسی نفرت سے دیکھتے ہیں، یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو میرا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اس بد بخت کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ میرے تعلقات کے معاملات میں دخل دے۔

پس تبتل دوسرے تعلق کے لئے ضروری ہے اور جتنا تعلق بڑھے گا اتنا تبتل آسان ہو جائے گا۔ جتنا تبتل زیادہ ہوگا اتنا دوسرے تعلق کے قائم ہونے کے امکانات زیادہ روشن ہوتے چلے جائیں گے۔ پس اس پہلو سے جس دنیا میں ہم رہ رہے ہیں اس میں ہم روزانہ اپنا امتحان بھی کر سکتے ہیں اور اپنے آپ کو دیکھ بھی سکتے ہیں اگر ہم ذرا سی ہوش پیدا کر لیں تو ہمارے اندر وہ آئینے موجود ہیں جن میں ہماری روزانہ جو شکل بن رہی ہے وہ دکھائی دے سکتی ہے۔ خدا سے ملے کہ نہیں ملے یہ مضمون اگر مبہم رہے گا تو آپ کو کچھ بھی پتا نہیں چلے گا کہ کیا ہو رہا ہے لیکن سبحان اللہ کے مضمون نے ہمیں بتا دیا کہ یہ تو بڑا آسان مضمون ہے۔ اگر تم بدیوں سے متنفر ہو رہے ہو تو تم لازماً تبتل اختیار کر رہے ہو۔

اگر بدیوں سے تمہاری محبت بڑھ رہی ہے تو لازماً تم اللہ سے غیر اللہ کی طرف جارہے ہو اور روزانہ ہم اپنی بدیوں کو جانتے پہچانتے ہیں ہمیں پتا ہے کہ ہمارے اندر کیا کمزوریاں ہیں اور وہی اندھیرے ہیں جہاں سے نکل کر اگر ہم دوسری طرف حرکت کریں گے تو اندھیروں کے مقابل پر ہر طرف خدا ہی کی ذات ہے۔ ان معنوں میں وہ محیط ہے۔ کسی بھی اندھیرے سے آپ نکلیں گے تو خدا کی ذات نظر آئے گی کیونکہ وہ روشنی ہے، اندھیرے سے نکلنے کا مضمون یہ ہے کہ روشنی کی طرف جائیں۔ پس ان معنوں میں تبتل کے مضمون کو سمجھ کر اپنی ذات پر چسپاں کریں۔ اپنی بدیوں کو روزانہ دیکھیں، اپنی کمزوریوں کو دیکھیں، نمازوں میں سستی ہو جاتی ہے۔ سستی کیوں ہوتی ہے؟ کبھی غور کریں تو پتا چلے گا کہ تبتل نہیں ہوا۔ نماز کے مقابل پر ایک چیز زیادہ پسندیدہ ہے اور اس پسندیدہ چیز کو چھوڑا نہیں جاتا۔ آنحضرت ﷺ کی کیفیت اس کے برعکس تھی۔ آپ ﷺ کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ آپ جب نماز چھوڑ کر دوسرے کاموں میں جاتے تھے تو دل نماز میں اٹکا ہوا ہوتا تھا۔ ہم عام انسان ایسے ہیں کہ خواہ عبادت کے کسی مقام پر بھی ہوں ہم میں، ہماری ذات میں، ہمارے مشاہدہ میں ضرور ایسے مواقع آتے ہیں کہ نماز خدا کے حضور ادا کر رہے ہیں اور دل کہیں اور اٹکا ہوا ہے اور بار بار خیالات کو کھینچ کر اس طرف لے کر جاتا ہے تو تبتل ہوا نہیں تو نماز کیسے قبول ہوگی۔ پہلے جو دنیا کے دھندے ہیں ان سے چھٹکارا نصیب ہوگا تو پھر اللہ کے دھندوں سے تعلق پیدا ہوگا۔ ایک چھوٹی سے مثال آپ کے سامنے رکھی ہے لیکن یہ ایسی مثال ہے جس پر اگر غور کریں تو ایسی بکثرت مثالیں آپ اپنی زندگی میں وارد ہوتی روزمرہ دیکھیں گے اور آسانی کے ساتھ اپنی حالت کو خوب پہچان سکتے ہیں۔ کسی باہر سے آنے والے کی ضرورت نہیں کہ آکر شناخت کرے۔ آپ کے دل میں آپ کا ایک آئینہ ہے جو آپ کی تصویر دکھا رہا ہے اور اگر آپ نے اس تصویر کی طرف توجہ نہ کی تو وہ نقش پکّے ہوتے چلے جائیں گے۔

یہ وہ خطرہ ہے جس سے میں آپ کو مطلع کرنا چاہتا ہوں۔ ایک ایسا شخص جو تصویریں دیکھ رہا ہے اور اپنے داغوں کو پہچانتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ ان داغوں سے نجات پائے، وہ اگر نامکمل حالت میں بھی مر گیا تو اس کی ہجرت خدا کی طرف ہو رہی ہوگی اور اس کے لئے امن کا پیغام ہے لیکن ایک شخص جو داغوں کو دیکھتا ہے اس کو فکر پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے داغ ضرور بڑھتے ہیں اگر وہ اپنے گھر میں گند دیکھتا ہے اور گند دور کرنے کی کوشش نہیں کرتا تو کچھ دنوں کے بعد وہ گھر گند کا انبار بن جاتا

ہے، گندگی کے ڈھیر اس گھر میں لگ جاتے ہیں۔ پس مسلسل نگہداشت کرنا، اپنی کمزوریوں کو پہچاننا اور پیش نظر رکھنا اور ان داغوں کو مٹانے کی کوشش کرتے چلے جانا جو بدیوں کے داغ ہیں یہ تبتّل ہے۔

پھر ہر کمزوری کے مقابل پر آپ کو حمد کا ایک مضمون بھی دکھائی دینے لگے گا۔ اگر کمزوری سے نکلیں گے تو دکھائی دے گا ورنہ نہیں دکھائی دے گا۔ اکثر انسانوں کی کمزوری کی حالت ان کی ذات میں حمد کی ایک حالت بنی ہوئی ہوتی ہے۔ کیونکہ جس چیز سے محبت ہے اس کی دل میں تعریف ہے تو محبت ہے۔ حمد کا مضمون بھی دیکھیں کتنا بدل جاتا ہے۔ آپ بدیوں میں مبتلا ایک شخص کی حمد کو پہچانیں گے تو معلوم ہوگا کہ بعض لوگ ہیں جن کو ڈرگ (Drug) سے محبت ہے اور ڈرگ کی حمد کرتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ ہلاکت ہے لیکن دل میں حمد کا ایک بگڑا ہوا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔ پس دل میں حمد کا سچا مفہوم پیدا ہو ہی نہیں سکتا جب تک پہلے حقیقی تبتل نہ ہو جائے اور بدی کی پہچان نہ ہو جائے۔ پس بدیوں کی پہچان کریں اور بدیوں کو چھوڑنے کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کریں۔ ایک جہاد شروع کر دیں، کوشش کریں اور بالآخر کامیابی کیسے ہوگی اس کا میں انشاء اللہ آئندہ ذکر کروں گا۔ ابھی بہت سی اور باتیں آپ کے سامنے رکھنے والی ہیں۔ کچھ مثالیں حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے پیش کر کے آپ کو بتانا ہے کہ جب تبتل ہو تو پھر کیا ہوا کرتا ہے اور امید ہے ان حوالوں سے جماعت کو انشاء اللہ تعالیٰ پہلے سے زیادہ گہرا اور حقیقی عرفان نصیب ہوگا۔ اس کے بعد پھر حمد کا مضمون شروع ہوگا، ذکر الٰہی کا مضمون۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھیں کس عمدگی کے ساتھ اس مضمون کو ترتیب دی ہے فرمایا توحید خالص کے بغیر تمہیں تبتل کی کچھ سمجھ نہیں آئے گی۔

توحید کے سہارے تبتل ہوگا۔ جب تبتل ہوگا تو کس طرف؟ حمد الٰہی کی طرف اور حمد الٰہی ذکر پیدا کرتی ہے اور حمد کا جتنا شعور بڑھتا ہے اتنی ہی محبت بڑھتی جاتی ہے، اتنا ذکر بلند ہوتا رہتا ہے جس سے محبت ہو لوگ اس کے تذکروں میں ہی مزے لیتے رہتے ہیں، اسی کا نام یاد کی لذتیں ہیں۔ ایک مہجور انسان جو ہجر میں مبتلا ہے، اپنے محبوب سے دور ہے اس کا ذکر اس کی یاد بن جاتا ہے اور جہاں ہم خیال بیٹھتے ہیں وہ پھر ان کے تذکرے کیا کرتے ہیں۔ پس تبتل بالآخر لازماً ذکر میں تبدیل ہوگا۔ اور ذکر کیا ہے؟ اس مضمون پر انشاء اللہ اس کے بعد روشنی ڈالوں گا۔